جماعتِ احمدیّہ کی ذمہ داریاں

از

سیّدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد

خلیفۃ المسیح الثانی

جماعتِ احمدیہ کی ذمہ داریاں

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے ۲۲ر فروری ۱۹۲۰ء کو لاہور سے روانگی کے موقع پر جماعتِ احمدیہ لاہور کے مردوں، عورتوں اور طالب علموں کے لئے شام کے سات بجے جو تقریر فرمائی تھی اس کا کسی قدر خلاصہ شائع ہو چکا ہے۔ اب ذیل میں وہ تقریر مفصل شائع کی جاتی ہے۔ (ایڈیٹر)

حضور نے سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

ظاہری انتظام کے متعلق ہدایت

جو کچھ مَیں آج آپ لوگوں کو کہنا چاہتا ہوں اس کو ابھی تھوڑی دیر کے بعد بیان کروں گا۔ پہلے اس بیٹھنے کے متعلق جس طرز پر آپ لوگ اس وقت بیٹھے ہیں ایک واقعہ سُناتا ہوں۔ حضرت مظہر جان جاناں اسلام میں بہت بڑے بزرگ گزرے ہیں اور ہمارے حضرت خلیفہ اوّل، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت سے پہلے ان کے مُریدوں میں سے ایک کے مُرید تھے۔ ان کے متعلق لکھا ہے کہ انہیں ایک بادشاہ ملنے کے لئے گیا۔ اس کے ساتھ اس کا وزیر بھی تھا حضرت مظہر جان جاناں کے پاس پانی کی بھری ہوئی ایک صراحی رکھی تھی جس میں سے وہ ضرورت کے وقت پانی نکال لیا کرتے تھے۔ وزیر کو اس وقت پیاس لگی اور اس نے اس میں سے نکال کر پانی پیا۔ لیکن پینے کے بعد

آب خورہ ٹیڑھا رکھ دیا۔ لکھا ہے۔ اس پر انھوں نے بادشاہ کی طرف دیکھ کر کہا کہ اس کو کس احمق نے وزیر بنایا ہے کہ یہ آبخورہ کو بھی سیدھا رکھنا نہیں جانتا۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اتنی سی بات پر بادشاہ کے سامنے ایسے الفاظ استعمال کرنے مناسب نہ تھے۔ لیکن اگر دیکھا جائے تو اس قسم کی معمولی باتوں کا انسان کے دوسرے اہم کاموں پر بڑا اثر پڑتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ نماز پڑھتے وقت صفوں کو سیدھا رکھو ورنہ تمہارے دل ٹیڑھے ہو جائیں گے۔[1] اسی طرح فرمایا خدا خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے۔[2] صفوں کو سیدھا رکھنے کی حقیقت فوجوں کے ظاہری انتظام کو دیکھ کر معلوم ہو سکتی ہے۔ فوجوں میں کیسی ظاہری خوبصورتی اور انتظام ہوتا ہے اور اس کا ان کے کام پر کتنا اثر پڑتا ہے۔ لیکن جن فوجوں کا ظاہری انتظام اچھا نہیں ہوتا۔ وہ کبھی دشمن پر فتح نہیں پا سکتیں تو مؤمن کو ظاہری شکل بھی خوبصورت بنانے کی کوشش کرنی چاہئے اور لیکچر سننے کے لئے ظاہری خوبصورتی یہی ہے کہ سننے والوں کا اکثر حصہ خطیب کے سامنے ہو۔ کیونکہ سامنے ہونے کا بہت بڑا اثر ہوتا ہے۔

لاہور کی حیثیت حضرت خلیفۃ المسیح کے نزدیک

اس کے بعد میں آپ لوگوں کی توجہ اس مضمون کی طرف پھیرتا ہوں جس کے لئے میں نے آج آپ کو بُلایا ہے۔ مَیں لاہور میں قریباً بیس سال سے آتا ہوں اور یہاں خدا تعالیٰ نے میرا ایک خاص تعلق بھی پیدا کیا ہوا ہے یعنی یہیں وہ گھر ہے جس میں میرا بیاہ ہوا ہے۔ اس لحاظ سے قادیان کے بعد لاہور میرے لئے گھر کی حیثیت رکھتا ہے۔ پھر جس طرح حضرت صاحب کے نزدیک قادیان کے بعد سیالکوٹ کا درجہ تھا اسی طرح میرے نزدیک قادیان کے بعد لاہور کا درجہ ہے اور گو ہمارا تو یہ مذہب نہیں لیکن بعض فقہاء کے نزدیک اس تعلق کی وجہ سے جو مجھے لاہور سے ہے یہاں آکر مجھے پوری نماز پڑھنی چاہئے۔

جماعت لاہور کی مختلف حالتیں

اس عرصہ میں کہ جب سے مَیں لاہور آتا ہوں۔ مَیں نے یہاں کی جماعت کی مختلف حالتیں دیکھی ہیں مَیں نے وہ زمانہ بھی دیکھا ہے جبکہ لاہور میں ہماری جماعت تو تھی لیکن بہت قلیل تھی۔ پھر مَیں نے وہ زمانہ بھی دیکھا ہے کہ یہاں کی جماعت کثیر ہو گئی اور بہت سے لوگ اس میں شامل ہو گئے۔ مگر میرے نزدیک اس وقت باوجود کثیر ہونے کے قلیل تھی۔ اس لئے کہ لوگوں کے دل پھٹے ہوئے تھے اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لاہور اس اختلاف کا مرکز قرار پایا جس نے ڈائنامیٹ کی طرح احمدیت کو اُڑانا چاہا اور وہ شورش

---

[1] بخاری کتاب الصلوٰۃ باب تصویۃ الصفوف عند الاقامۃ [illegible]
[2] مسند احمد بن حنبل جلد ۴ صفحہ ۱۳۳

جو ساری جماعت میں پھیلی اس کی بنیاد لاہور میں ہی رکھی گئی اس وقت جبکہ اس شورش کی بنیاد رکھی جا رہی تھی۔ لاہور میں آنیوالا شخص بجائے اِس کے کہ یہاں کی جماعت کے افراد کی آپس میں محبت اور پیار دیکھے یہی دیکھتا تھا کہ ان میں اختلاف اور انشقاق بڑھتا جاتا ہے اور معلوم کرتا تھا کہ یہ جماعت اب بھی گئی، اب بھی گئی۔ کیونکہ یہاں کے لوگوں کا رات دن سوائے جھگڑے کے اور کوئی کام ہی نہ تھا۔ اس وقت ایک طرف تو وہ لوگ تھے جن کے خیالات وہی تھے جو ہمارے ہیں اور دوسری طرف وہ تھے جو اب پیغامی بن کر رونما ہوئے ہیں۔ ان میں آئے دن جھگڑے اور بحثیں رہتی تھیں۔ نماز کے لئے جمع ہوتے تو جھگڑتے۔ نماز ختم کر لیتے تو جھگڑتے۔ کسی دعوت پر جمع ہوتے تو جھگڑتے۔ کسی اور موقع پر اکٹھے ہوتے تو جھگڑتے۔ اور یہ مادہ اس قدر بڑھ گیا تھا کہ جب کبھی آپس میں صلح صفائی کی تحریک ہوتی تو اس تحریک میں سے بھی فساد کا ہی پہلو نکال لیا جاتا۔ ایک دفعہ جب فتنہ بہت بڑھ گیا اور مَیں قادیان سے لاہور روانہ ہُوا تو حضرت خلیفہ اوّل نے مجھے فرمایا کہ وہاں کے لوگوں کو سمجھانا۔ جب میں یہاں آیا تو مَیں نے اپنا یہ خیال پیش کیا کہ آپس میں صلح کی کوئی تدبیر ہونی چاہئے اور جس کے متعلق کسی کو اختلاف ہو اس کو علیحدگی میں بتانا چاہئے۔ مجلس میں شرمندہ اور نادم نہیں کرنا چاہئے اور مَیں نے اسی مضمون پر تقریر بھی کی۔ تقریر کے بعد ایک دوست کے ہاں دعوت تھی جب ہم روانہ ہوئے تو پیچھے دیکھا کہ لوگوں کی ایک جماعت میری تقریر کے متعلق یہ کہہ رہی ہے کہ اس کا فلاں حصہ فلاں پر چسپاں ہوتا ہے اور فلاں حصہ فلاں پر۔ گویا وہ تقریر جو صلح کے لئے بطور تجویز کی گئی تھی، اسی کے متعلق یہ کہنا شروع کر دیا گیا کہ اس میں جو یہ کہا گیا ہے کہ ضد نہیں کرنی چاہئے۔ یہ فلاں کے متعلق کہا گیا ہے۔ دوسرا کہتا، نہیں فلاں کے متعلق ہے۔ اس پر جھگڑا شروع ہو گیا۔ تو اس وقت سخت فتنہ کی بنیاد رکھی جا چکی تھی۔ پھر وہ وقت آیا جبکہ اس فتنہ کے بیج کا نتیجہ پیدا ہُوا۔ اس وقت خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس الہام کے مطابق کہ "لاہور میں ہمارے پاک ممبر" یہاں کی جماعت کے کثیر حصہ کو سنبھالا اور گو ایسا ہُوا کہ بعض اور مقامات پر فتنہ برپا کرنے والوں کے ساتھی ہمارے لوگوں سے زیادہ پائے گئے، لیکن لاہور میں خدا تعالیٰ نے جماعت کے اکثر حصہ کو حق پر قائم رکھا تو لاہور کی جماعت مختلف حالتوں میں سے گذری ہے اور مَیں نے چونکہ ان حالتوں کو دیکھا ہے۔ اس لئے اس سے اچھی طرح واقف ہوں۔ گو مجھے اب لاہور میں آنے کا کم موقع ملتا ہے۔ پہلے تو مَیں سال میں دو تین بار آیا کرتا تھا اور اب کم آ سکتا ہوں۔ تاہم یہاں کی جماعت کی حالت کا مجھے خوب علم ہے اور مَیں یہاں کے لوگوں کے حالات سے خوب اچھی طرح واقف ہوں۔

قیامِ اجتماع کیلئے رائے کی قربانی ضروری ہے

ان تمام حالات کو مدِّنظر رکھتے ہوئے میں آپ لوگوں کو ایک نصیحت کرتا ہوں اور وہ یہ کہ سب سے بڑی چیز اجتماع کے قیام کے لئے انسان کی رائے کی قربانی ہے بعض لوگ غلطی سے یہ سمجھتے ہیں کہ جب ہم ایک بات کو سچا سمجھتے ہیں تو پھر کس طرح اس کے متعلق اپنی رائے کو قربان کر سکتے ہیں۔ اگر قربان کر دیں تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ جھوٹ اور ناراستی پھیلے گی۔ لیکن یہ ایک بہت بڑی غلطی ہے جو واقعات پر نظر نہ رکھنے کی وجہ سے لگتی ہے۔ کسی بات کے سچ یا جھوٹ ہونے اور کسی رائے کے صحیح یا غلط ہونے میں بہت بڑا فرق ہے۔ سچ اور جھوٹ تو یہ ہوتا ہے کہ ایسی بات جس کو انسان دیکھتا ہے اور دیکھ کر ایسے رنگ میں بیان کرتا ہے جس طرح اس نے دیکھا نہیں یہ جھوٹ ہے۔ اگر ہو بہو بیان کر دے تو یہ سچ ہوگا۔ یا کوئی پُرانا واقعہ ہے اس کے متعلق وہ خود تو کچھ نہیں جانتا لیکن کسی اور نے اُسے جس طرح بتایا ہے وہ اسی طرح بیان نہیں کرتا بلکہ اور طریق سے بیان کرتا ہے یہ جھوٹ ہے اور اگر اس نے کسی سے جو کچھ سُنا ہے وہی جھوٹ ہے اور وہ اسی کو آگے بیان کرتا ہے تو یہ بھی جھوٹ ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ سچ یا جھوٹ کسی ایسے امر کے متعلق ہوتا ہے جو زمانہ ماضی میں گذر چکا ہو لیکن رائے آئندہ ہونے والے معاملات کے متعلق ہوا کرتی ہے۔ مثلاً یہ ہے کہ فلاں جگہ جلسہ کرنا چاہئے یا نہیں۔ اس کے متعلق یہ کہنا کہ کرنا چاہئے یا نہیں کرنا چاہئے۔ اس میں سچ یا جھوٹ کا کوئی دخل نہیں بلکہ یہ رائے ہے جس کے متعلق صحیح یا غلط کہا جا سکتا ہے لیکن سچ یا جھوٹ نہیں کہا جا سکتا۔ پس اس بات کو خوب اچھی طرح یاد رکھنا چاہئے کہ رائے میں سچ یا جھوٹ کا تعلق نہیں ہوتا۔ بلکہ رائے انسان کا خیال ہوتا ہے کہ فلاں کام یوں مناسب نہیں، یوں مناسب ہے۔

کسی رائے کے متعلق کس طرح فیصلہ کرنا چاہئے

پھر رائے کے صحیح یا غلط ہونے کا فیصلہ کرتے وقت یہی نہیں دیکھا جاتا کہ نقصان کی کونسی بات ہے اور نفع کی کونسی۔ مثلاً ایک شخص کہتا ہے کہ فلاں کام یوں کرنا چاہئے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ فی الواقع مفید ہو لیکن دوسروں کی سمجھ میں اس کا مفید ہونا نہ آئے۔ ایسے موقع پر یہ دیکھنا چاہئے کہ ان سب لوگوں کو فتنہ میں ڈالنا اچھا ہے جن کی سمجھ میں اس کام کا اچھا ہونا نہیں آیا یا اس کو کرنا مفید ہے۔ ایسے موقع کے لئے یہی مناسب ہوگا کہ اس کو چھوڑ دیا جائے اور جس طرح دوسرے کہتے ہیں اسی طرح کیا جائے پس معاملات کا فیصلہ کرتے وقت ہر انسان کو ہمیشہ اپنی ہی رائے پر زور

نہیں دینا چاہئے اور اس کے خلاف فیصلہ سننے کیلئے بھی تیار رہنا چاہئے۔ نہ کہ اس پر اتنا زور دینا چاہئے کہ ضرور اسی طرح ہو اور نہ دوسروں کی حقارت کرتے ہوئے یہ کہنا چاہئے کہ یہی رائے درست ہے اور کسی کی درست نہیں۔

ضروری نہیں کہ ہر معاملہ میں انسان کی رائے درست ہو

یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ ہر ایک معاملہ میں انسان کی اپنی رائے درست ہو اور انسان تو الگ رہے بعض معاملات کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے کہ ممکن ہے میری رائے درست نہ ہو (نبراس۔ شرح الشرح لعقائد نسفی ص ۳۹۲ مطبوعہ میرٹھ) پس جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے بھی ایسی ہو سکتی ہے تو اور کون ہے جو اپنی رائے میں غلطی نہیں کر سکتا۔

خلیفہ یا امیر کی اطاعت کیوں ضروری ہے؟

یہ جو امارت اور خلافت کی اطاعت کرنے پر اس قدر زور دیا گیا ہے اس کے یہ معنے نہیں ہیں کہ امیر یا خلیفہ کا ہر ایک معاملہ میں فیصلہ صحیح ہوتا ہے۔ کئی دفعہ کسی معاملہ میں وہ غلطی کر جاتے ہیں۔ مگر باوجود اس کے ان کی اطاعت اور فرمانبرداری کا اسی لئے حکم دیا گیا ہے کہ اس کے بغیر انتظام قائم نہیں رہ سکتا تو جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں بھی غلطی کر سکتا ہوں تو پھر خلیفہ یا امیر کی کیا طاقت ہے کہ کہے میں کبھی کسی امر میں غلطی نہیں کر سکتا۔ خلیفہ بھی غلطی کر سکتا ہے، لیکن باوجود اس کے اس کی اطاعت کرنی لازمی ہے ورنہ سخت فتنہ پیدا ہو سکتا ہے مثلاً ایک جگہ وفد بھیجنا ہے۔ خلیفہ کہتا ہے کہ بھیجنا ضروری ہے لیکن ایک شخص کے نزدیک ضروری نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ فی الواقع ضروری نہ ہو لیکن اگر اس کو اجازت ہو کہ وہ خلیفہ کی رائے نہ مانے تو اس طرح انتظام ٹوٹ جائے گا جس کا نتیجہ بہت بڑا فتنہ ہو گا۔ تو انتظام کے قیام اور درستی کے لئے بھی ضروری ہے کہ اپنی رائے پر زور نہ دیا جائے جہاں کی جماعت کا کوئی امیر مقرر ہو وہ اگر دوسروں کی رائے کو مفید نہیں سمجھتا تو انہیں چاہئے کہ اپنی رائے کو چھوڑ دیں۔ اسی طرح جہاں انجمن ہو وہاں کے لوگوں کو سیکرٹری کی رائے کے مقابلہ میں اپنی رائے پر ہی اصرار نہیں کرنا چاہئے۔ جہاں تک ہو سکے سیکرٹری یا امیر کو اپنا ہم خیال بنانے کی کوشش کرنی چاہئے اور اُسے سمجھانا چاہئے لیکن اگر وہ اپنی رائے پر قائم رہے تو دوسروں کو اپنی رائے چھوڑ دینی چاہئے۔ کیونکہ رائے کا چھوڑ دینا فتنہ پیدا کرنے کے مقابلہ میں بہت ضروری ہے۔

کام کرنے والوں کا فرض

اسی طرح جن لوگوں کے سُپرد کام ہو مثلاً یہاں کی جماعت کا امیر مقرر ہے اور اس کے ماتحت اور کام کرنے والے ہیں۔ ان کا بھی فرض ہے کہ وہ یہ نہ کہیں کہ ہم چونکہ افسر بنائے گئے ہیں، اس لئے ہم ہی اپنی ہر ایک بات منوائیں گے۔ اپنی بات منوانے کا بہترین طریق یہ بھی ہوتا ہے کہ کسی کی بھی مان لی جائے۔ اپنی ہی بات منوانے کا وہی موقع ہوتا ہے جبکہ انسان دیانتداری اور ایمانداری کے ساتھ سمجھتا ہو کہ میں اس کے خلاف مان ہی نہیں سکتا۔ ورنہ تھوڑا بہت نقصان اُٹھا کر بھی دوسروں کی بات مان لینی چاہئے تاکہ دوسروں کے احساسات کو صدمہ نہ پہنچے۔

مختلف طبائع کا خیال رکھنا ضروری ہے

اسی طرح آپس کے معاملات کے متعلق یہ بات بھی مدنظر رکھنی چاہئے کہ طبائع مختلف قسم کی ہوتی ہیں۔ بعض سخت ہوتی ہیں اور بعض نرم جو سخت ہوتی ہیں انھیں تھوڑی سی بات پر بھی ٹھوکر لگ جاتی ہے۔ تو دوسروں کے ساتھ سلوک اور معاملہ کرتے وقت ان کی طبائع کا ضرور خیال رکھنا چاہئے۔ انتظام قائم رکھنے کے لئے اسلام میں امیر رکھا گیا ہے اور حکم دیا گیا ہے کہ جس طرح وہ کہے اسی طرح کرو۔ لیکن معاملہ اور سلوک کرنے میں امیر کا یہ حق نہیں ہے کہ کسی کو حقیر اور ادنیٰ سمجھے۔ حتیّٰ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یہ حق نہیں کہ کسی کو حقیر سمجھیں۔ کُجا یہ کہ ان کے خلفاء میں سے کسی کو یہ حق ہو۔ اور پھر کجا یہ کہ ان کے خلفاء کے غلاموں کے غلاموں کو یہ حق ہو۔ تو خود نبیوں کو یہ حق حاصل نہیں کہ دوسروں کو حقیر سمجھیں۔ اس سے میری مراد یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نبیوں کو ایسا کرنے سے خود بچاتا ہے۔ اور ان کے وہم و گمان میں بھی کسی کی تحقیر نہیں آتی۔

جس پر خدا احسان کرتا ہے وہ اور جُھکتا ہے

تو خدا تعالیٰ جس کو بڑا بناتا ہے وہ خود سب سے نیچے ہو کر رہتا ہے۔ کیونکہ جس کو خدا تعالیٰ کوئی درجہ دیتا ہے اس پر احسان کرتا ہے اور احسان ایک بوجھ ہوتا ہے اور بوجھ سے گردن اُونچی نہیں ہؤا کرتی بلکہ نیچی رہتی ہے۔ ایک ایسا شخص جس پر خدا تعالیٰ کوئی احسان کرتا ہے اور وہ تکبر کرتا ہے اس کے تکبر کرنے کی یہی وجہ ہو سکتی ہے کہ یا تو وہ سمجھتا ہے کہ جو کچھ مجھے ملا ہے میرا حق تھا یا یہ کہ وہ اس کو اپنے لئے عزت ہی نہیں سمجھتا۔ لیکن یہ دونوں دھوکے ہیں اور سخت خطرناک دھوکے ہیں جن کا نتیجہ تباہی اور بربادی کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا۔ اس لئے ہر جگہ کے کارکنوں اور خصوصاً لاہور کے کارکنوں کو جو اس وقت میرے مخاطب ہیں چاہئے کہ تواضع اور فروتنی اختیار کریں

اور خیال کریں کہ چونکہ انکے نام کے ساتھ امیر یا سیکرٹری یا محاسب یا امین یا اَور کوئی نام لگ گیا ہے اس لئے وہ اور بھی گر کر رہیں۔ تاکہ دوسرے لوگوں کو یہ خیال نہ پیدا ہو کہ اسی کی وجہ سے ان میں تکبر پیدا ہو گیا ہے۔

اسلامی مساوات کی شان

دیکھو! اسلامی مساوات کی بھی کیا شان ہے۔ ایک طرف تو ایک شخص کو بڑھا کر اس درجہ پر پہنچا دیا کہ ہر ایک کو جو اس کے ماتحت کیا گیا ہے اس کے احکام کی اطاعت کرنی چاہئے اور اگر کوئی نہیں کرتا تو خدا تعالیٰ کے نزدیک گنہگار ہے اور دوسری طرف معاملات میں اس کو اتنا نیچے لاتا ہے کہ کہتا ہے اسے غریب سے غریب انسان کی بھی عزت اور توقیر کرنی ہوگی۔ اور اس کا قدرتی درجہ جس سے وہ عام طور پر فائدہ اُٹھاتا ہے۔ مثلاً یہ کہ وہ امیر ہے اور اس وجہ سے اس کی خاص پوزیشن ہے۔ اس کو بھی چُھڑا دیتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ کا واقعہ ہے۔ ایک شخص ان کے پاس آتا ہے اور آکر کہتا ہے کہ اے عمر! میری بڑی ذلت کی گئی۔ انھوں نے پوچھا کس نے کی۔ اس نے کہا عمرو بن عاص کے بیٹے نے۔ انھوں نے پوچھا کس طرح۔ اس نے کہا گھوڑ دوڑ ہو رہی تھی۔ میرا گھوڑا اس سے آگے بڑھنے لگا تھا کہ اس نے مجھے کوڑا مار کر کہا کہ مَیں شریف ہوں کیا تو شریف سے بھی بڑھنا چاہتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا عمرو بن عاص کو بلاؤ۔ جب وہ آئے تو پوچھا کیا تمہارے بیٹے نے اس شخص کو کوڑا مارا ہے۔ انھوں نے کہا کہ مجھے معلوم نہیں۔ تحقیقات کی جائے۔ تحقیقات کی گئی تو بات صحیح نکلی۔ اس پر حضرت عمرؓ نے عمرو بن عاص کے بیٹے کو یہ سزا دی کہ جس کو اس نے کوڑا مارا تھا اسی کے ہاتھ میں کوڑا دیا اور کہا کہ مار شریف ابن شریف کو جب وہ مار چکا تو حضرت عمرؓ نے کہا کیا خدا نے جن کو آزاد کیا ہے تم ان کو غلام بناتے ہو۔[۱] یہ ہے اسلامی مساوات۔

یک جہتی کی بنیاد کیا ہے؟

پس ہماری جماعت میں جو لوگ کام کرنیوالے ہیں دوسروں پر فرض ہے کہ وہ جو حکم دیں اس کے ماتحت کام کریں۔ لیکن حکم دینے والوں کا یہ فرض ہے کہ کسی پر ایسا بوجھ نہ رکھیں جسے وہ اُٹھا نہیں سکتا اور ماتحت کام کرنے والوں کا فرض ہے کہ جن کو کوئی عہدہ دیا گیا ہو ان کی پوری پوری عزت اور توقیر کریں کیونکہ جن کاموں پر انھیں مقرر کیا گیا ہے وہ عزت چاہتے ہیں۔ پھر افسروں کا فرض ہے کہ جو لوگ ان کے ماتحت کئے گئے ہیں ان کی تواضع کریں کہ یہ ان کے کام کے سرانجام پانے کے لئے ضروری ہے۔ پس

---

[۱]

یہ وہ احکام ہیں جن کا آپ لوگوں کو سنانا ضروری تھا کہ جن کے سُپرد کوئی کام کیا گیا ہے۔ ان کی اطاعت کی جائے سوائے کسی صاف شرعی حکم کے خلاف حکم کے۔ اور جن کے سُپرد ہیں انکو چاہئے کہ دوسروں کے احساسات اور جذبات کا خیال رکھیں اور دوسرے انکی پوری اطاعت کریں۔ ہوسکتا ہے کہ کبھی سیکرٹری یا محاسب یا اور کوئی عہدہ دار درجہ کے لحاظ سے چھوٹا ہو۔ مگر اس کے احکام کی انہیں اطاعت کرنی چاہئے۔ کیونکہ جو کام اس کے سپرد کیا گیا ہے وہ چھوٹا نہیں ہے یہ ہے وہ چیز جس پر اسلام ہر ایک مؤمن کو قائم کرنا چاہتا ہے اور یہی ہے وہ چیز جو اخوت اور یکجہتی کی بنیادوں کو استوار رکھتی ہے اور جب تک کوئی قوم اس پر قائم نہ ہو جائے اس وقت تک اسلام کے حقیقی فوائد حاصل نہیں کر سکتی۔

لاہور میں تبلیغ کی ضرورت

اس کے بعد میں لاہور کی جماعت کو یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہاں تبلیغ میں بہت سُستی ہے۔ اگر ہر شخص اپنا یہ فرض قرار دے کہ مَیں سال میں کم ازکم ایک شخص کو احمدی بناؤں گا تو ایک سال میں کتنے آدمی بڑھ سکتے ہیں۔ مگر اب تو یہ ہوتا ہے کہ کسی سال ایک بھی آدمی داخل نہیں ہوتا جو کہ بہت ہی افسوس کی بات ہے۔

تبلیغ کرنا ہر ایک احمدی کا فرض ہے

ہر ایک احمدی یہ تو سمجھتا ہے کہ تبلیغ ہونی چاہئے لیکن صرف یہ سمجھنے سے تبلیغ نہیں ہوجاتی۔ بلکہ تبلیغ اسی طرح ہوسکتی ہے کہ ہر ایک احمدی یہ محسوس کرے کہ مجھے تبلیغ کرنی چاہئے۔ اب تو تبلیغ کرنا ہر شخص دوسرے کا فرض سمجھتا ہے اور اس طرح کوئی بھی اس فرض کو ادا نہیں کرتا۔ اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسا ایک مجمع میں آواز دی جائے کہ پانی لاؤ۔ اس کے جواب میں ممکن ہے کہ ہزار آدمی کے مجمع میں سے کوئی بھی نہ اُٹھے اور ہر ایک یہ خیال کرے کہ اور کوئی اُٹھے گا۔ لیکن اگر کسی کا نام لے کر کہا جائے کہ پانی لاؤ تو وہ فوراً اُٹھ کھڑا ہوگا تو ضرورت اس بات کی ہے کہ ہر ایک شخص یہ سمجھے کہ تبلیغ کرنا اور احمدیت کو پھیلانا جماعتی فرض ہی نہیں ہے بلکہ فرداً فرداً بھی ہر ایک احمدی کا فرض ہے اور ہر ایک کو یہ خیال ہونا چاہئے کہ مَیں سال میں کم ازکم ایک شخص کو احمدی بناؤں گا۔ اگر یہ خیال کرلیا جائے تو بہت عمدگی سے تبلیغ کی جاسکتی ہے۔ پس اس کے لئے پورے طور پر کوشش کرو تاکہ یہاں کی جماعت ترقی کرے۔ یہ ایک مرکزی جگہ ہے۔

لاہور میں مضبوط جماعت کی ضرورت

اگر یہاں ہماری مضبوط جماعت قائم ہو جائے تو پھر سارے پنجاب کا فتح کرنا

ہمارے لئے بہت آسان ہو جاتا ہے کیونکہ تمدنی طور پر سارے علاقہ پر لاہور کا اثر ہے۔ یہی دیکھ لو پنجاب میں سیاسی خیالات پھیلانے والا کونسا مقام ہے؟ یہی لاہور۔ جب یہاں کے لوگوں میں سیاسی معاملات کے متعلق جوش پیدا ہو گیا تو سارے صوبہ میں پھیل گیا۔ پس جو مقام کسی صوبہ کا دارالامارت ہوتا ہے۔ اس سے سارے صوبہ کے لوگوں کا بہت تعلق ہوتا ہے کوئی مقدمات کے لئے آتا ہے۔ کوئی سفارشوں کے لئے آتا ہے کوئی افسروں سے ملنے کے لئے آتا ہے۔ کوئی ملازمت کے لئے آتا ہے۔ کوئی تجارت کیلئے آتا ہے کوئی اور فوائد حاصل کرنے کیلئے آتا ہے پس اس شہر میں اگر ہماری مضبوط جماعت ہو جائے اور ایسی مضبوط ہو جائے کہ دیکھنے والوں کو دوسروں سے الگ اور نمایاں طور پر نظر آجائے۔ دینی کوشش اور سعی کی وجہ سے ہی نہیں بلکہ تعداد کے لحاظ سے بھی۔ مثلاً جس بازار میں کوئی جائے۔ اور پوچھے یہ دکان کس کی ہے۔ تو اسے بتایا جائے کہ فلاں احمدی کی ہے اور اگر کوئی پوچھے یہ کونسا وکیل ہے تو اُسے بتایا جائے فلاں احمدی وکیل ہے۔ اسی طرح ہر پہلو اور ہر رنگ میں ہماری جماعت کے لوگ ہر ایک شخص کو نمایاں طور پر نظر آنے لگیں تو انشاء اللہ سارے صوبہ میں ہماری بہت جلد ترقی ہو سکتی ہے۔

خاص فیضان کا زمانہ

ان خاص نصیحتوں کے بعد میں مردوں اور عورتوں کو اس طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ خاص فیضان کے خاص اوقات مقرر ہوتے ہیں۔ اگر وہ وقت جو کسی فیض کے حاصل ہونے کے لئے مقرر ہو۔ یونہی نکل جائے تو پیچھے کچھ نہیں بنتا۔ ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میری اُمت میں سے ستر ہزار انسان ایسے ہونگے جو بغیر حساب کے جنت میں داخل کئے جائیں گے۔ ایک صحابیؓ نے کہا یا رسولؐ اللہ میں بھی ان میں شامل ہوں گا آپ نے فرمایا ہاں۔ پھر دوسرے نے کہا یا رسولؐ اللہ میں بھی۔ آپ نے فرمایا وہ وقت گذر گیا[1]۔ تو خدا تعالیٰ کے خاص فضل کے لئے خاص وقت مقرر ہوتے ہیں۔ اس زمانہ میں جبکہ لوگ دین کو چھوڑ چکے اور اس سے نفرت کرتے بلکہ اس پر ہنسی اُڑاتے تھے۔ خدا تعالیٰ نے اپنے ایک رسول کو بھیج کر ہماری اصلاح کی اور ہماری ترقی کے لئے دروازے کھول دیئے اس کے متعلق خوب اچھی طرح یاد رکھنا چاہئے کہ ایسے دروازے روز روز نہیں کُھلا کرتے تیرہ سو سال کے طویل عرصہ کے بعد ایک رسول کو دیکھنے کی صورت پیدا ہوئی ہے۔ دیکھو دُنیا میں جب کوئی نئی چیز نکلتی ہے تو کس قدر شوق اور خوشی سے اس کو دیکھا جاتا ہے۔ فونوگراف اور گراموفون جب نکلے تو پہروں لوگ ان کو دیکھنے کے لئے کھڑے رہتے۔ لیکن ان سب سے بڑی چیز بلکہ اس سے بڑی کوئی ہے ہی

[1] مسند احمد بن حنبل جلد ۱ صفحہ ۲۷۱

نہیں کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک شخص پیغام لے کر آئے اس کے لئے تو ہر ایک عورت، مرد، بچے، بوڑھے، نوجوان اور نوعمر کا فرض تھا کہ اس کی آواز کو سُنتا اور اس کی قدر کرتا۔ لیکن افسوس! دُنیا کے اکثر لوگوں نے قدر نہ کی۔ اب اگر ہماری جماعت بھی جس کو خدا تعالیٰ نے قدر کرنے کی توفیق دی ہے وہ بھی اسے پہچاننے کے باوجود قدر نہ کرے تو کس قدر افسوس اور رنج کا مقام ہوگا۔ خدا تعالیٰ کا وہ برگزیدہ انسان تو گذر گیا لیکن چونکہ ابھی زمانہ قریب ہے اس لئے اس وقت بھی خدا تعالیٰ کے خاص فضل ہو رہے ہیں۔

خدا کا خاص فضل

مَیں تو اپنی ذات کو دیکھتا ہوں تو حیران رہ جاتا ہوں۔ اگر کوئی اجنبی آئے اور مجھ سے ان باتوں کو سُنے جو خدا تعالیٰ مجھ پر کھولتا ہے تو سمجھے کہ یہ بڑا عالم ہے۔ لیکن میں اپنے علم اور اپنی پڑھائی کو خوب جانتا ہوں۔ مَیں دس سال سکول میں پڑھتا رہا ہوں لیکن مجھے یاد نہیں کہ مَیں کسی سال بھی پاس ہؤا اور کسی مضمون میں بھی پاس ہؤا۔ انٹرنس کے امتحان میں دو تین مضامین میں پاس ہؤا تھا جن میں سے ایک عربی تھا۔ یوں میں کبھی اردو میں بھی پاس نہیں ہؤا تھا۔ پھر مَیں حضرت مولوی صاحب کے پاس پڑھنے بیٹھا۔ مولوی صاحب نے بخاری پندرہ دن میں مجھے پڑھائی اور وہ اس طرح کہ فرماتے سُناتے جاؤ اگر مَیں کچھ پوچھتا تو فرماتے پوچھو مت پڑھے جاؤ اسی طرح ایک دو اور کتابیں پڑھیں اور صرف و نحو کی چھوٹی سی کتاب پڑھی گویا ظاہری طور پر مَیں نے کچھ نہیں پڑھا۔ مگر مَیں یہ جانتا ہوں کہ اسلام پر حملہ کرنے والا خواہ کسی علم کا ماہر ہو اور اس علم کا مَیں نے نام بھی نہ سُنا ہو وہ اعتراض کرکے دیکھ لے۔ اگر اسے یہ نہ معلوم ہو جائے کہ میں اس سے زیادہ اس علم کو جانتا ہوں تو پھر اعتراض کرے۔ لیکن یہ میری پڑھائی اور میری محنت کی وجہ سے نہیں۔ بلکہ اس مقام اور رُتبہ کی وجہ سے ہے جس پر مجھے کھڑا کیا گیا ہے۔

پھر مجھے لکھنے اور اس سے زیادہ بولنے کی بہت کم عادت ہے۔ کوئی ایک گھنٹہ میرے پاس بیٹھا رہے میں اس سے کوئی بات نہیں کر سکتا۔ بعض لوگ سمجھتے ہونگے کہ مَیں تکبر کی وجہ سے ایسا کرتا ہوں۔ مگر مَیں بات کرنے کی کوشش کرتا ہوں لیکن کچھ سُوجھتا نہیں۔ اور تقریر کرنے کے لئے تو میں کچھ سوچ ہی نہیں سکتا۔ کئی بار ایسا ہوتا ہے کہ مَیں خطبہ پڑھنے کے لئے جا کر کھڑا ہوتا ہوں لیکن یہ معلوم نہیں ہوتا کہ کیا کہنا ہے۔ پھر تشہد پڑھتا ہوں مگر معلوم نہیں ہوتا کیا کہوں گا۔ پھر سورہ فاتحہ پڑھتا ہوں۔ اس وقت بھی معلوم نہیں ہوتا کہ کیا بیان کروں گا۔ پھر مَیں بولنا شروع بھی کر دیتا ہوں اور تین چار منٹ تک بولتا جاتا ہوں۔ پھر پتہ نہیں ہوتا کہ کیا کہوں گا۔ اس کے بعد جا کر

اصل مضمون سُوجھتا ہے۔ ہمیشہ تو نہیں اکثر دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ کھڑے ہوتے ہی مضمون سمجھا دیا جاتا ہے ایک دفعہ تو قریب تھا کہ میں بے ہوش ہو کر گر پڑتا کیونکہ دیر تک بولتا رہا مگر یہ معلوم نہ تھا کہ کیا کہہ رہا ہوں۔ آخر اس حالت سے اس قدر وحشت ہوئی کہ بے ہوش ہو کر گرنے لگا۔ مگر اس وقت معلوم ہؤا کہ یہ تو دراصل فلاں مضمون کی تمہید تھی اور پھر مَیں نے ایسا اعلیٰ مضمون بیان کیا کہ میں خود حیران تھا۔

زمانہ کا اثر

تو اس زمانہ میں خدا تعالیٰ کا خاص فیضان نازل ہو رہا ہے اور یہ مت سمجھو کہ یہ ہمیشہ رہے گا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ نہ رہا تو کون کہہ سکتا ہے کہ کل کیا ہوگا۔ دیکھو حضرت ابوبکرؓ کا زمانہ حضرت عمرؓ کے وقت نہ تھا۔ اور حضرت عمرؓ کا زمانہ حضرت عثمانؓ کے وقت نہ تھا اور حضرت عثمانؓ کا زمانہ حضرت علیؓ کے وقت نہ تھا۔ بیشک حضرت ابوبکرؓ خود بھی کامل انسان تھے مگر ان کے زمانہ کو جو فضیلت حاصل ہے اس کی وجہ یہ بھی تو ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ قریب تھا۔ پھر اس میں شک نہیں کہ حضرت عمرؓ کا درجہ حضرت ابوبکرؓ سے کم تھا اور حضرت عثمانؓ سے زیادہ۔ اس لئے وہ حضرت ابوبکرؓ جیسا انتظام نہ کر سکے۔ مگر اس میں بھی شک نہیں کہ حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ کی نسبت حضرت عمرؓ کا زمانہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ دور تھا یہی حال حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کا تھا۔ بیشک ان کا درجہ اپنے سے پہلے خلیفوں سے کم تھا۔ لیکن ان کے وقت جو واقعات پیش آئے۔ ان میں ان کے درجہ کا اتنا اثر نہیں تھا۔ جتنا رسول کریمؐ کے زمانہ سے دُور ہونے کا اثر تھا۔ کیونکہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے وقت زیادہ تر وہ لوگ تھے جنہوں نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صُحبت اُٹھائی تھی۔ لیکن بعد میں دوسروں کا زیادہ دخل ہو گیا چنانچہ جب حضرت علیؓ سے کسی نے پوچھا کہ حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ کے عہد میں تو ایسے فتنے اور فساد نہ ہوتے تھے۔ جیسے آپ کے وقت میں ہو رہے ہیں تو انہوں نے کہا بات یہ ہے کہ ابوبکرؓ اور عمرؓ کے ماتحت میرے جیسے لوگ تھے اور میرے ماتحت تیرے جیسے لوگ ہیں۔ تو لوگوں کی وجہ سے زمانہ میں بڑا فرق پڑ جاتا ہے۔

موجودہ زمانہ کی قدر کرو

پس تم لوگ اس زمانہ کو قدر کی نگاہ سے دیکھو اور یہ مت سمجھو کہ تم پر کوئی بوجھ پڑا ہؤا ہے۔ بلکہ یہ سمجھو کہ تمہیں دین کی خدمت کا موقع ملا ہؤا ہے۔ عام طور پر دیکھا جاتا ہے۔ وقت کے گذر جانے پر چھوٹی چھوٹی باتوں پر بھی افسوس کیا جاتا ہے۔ مثلاً کسی کو کھانسی کی بیماری ہو اور وہ سنگترہ مانگے تو نہیں دیا جاتا۔ لیکن اگر وہ مر جائے تو پیچھے افسوس کیا جاتا ہے کہ ہم نے کیوں نہ اُسے سنگترہ دے دیا۔ پس جب نادانی کی باتوں پر بعد میں

حسرت اور افسوس کا اظہار کیا جاتا ہے تو ایسی باتوں پر کیوں افسوس نہ ہوگا جو اپنے اندر بہت بڑی حقیقت اور صداقت رکھتی ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ جب یہ زمانہ گذر جائے تو کوئی کہے کاش! میں اس وقت اپنا سب کچھ خدا کے لئے دے دیتا اور خود ننگا پھرتا۔ تو انسان کو چاہئے کہ کام کرنے کے وقت یہ نہ دیکھے کہ میں نے کتنا کام کیا ہے۔ بلکہ یہ دیکھے کہ اگر یہ وقت ہاتھ سے جاتا رہا تو پھر کس قدر مجھے حسرت اور افسوس ہوگا۔

پس ہماری جماعت کے خواہ مرد ہوں خواہ عورتیں ان کو میں اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ اس وقت جو فیضانِ الٰہی ہو رہے ہیں ان سے فائدہ اُٹھانے کی کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ اب یہ زمانہ جو تیرہ سو سال کے بعد آیا ہے پھر کب آئے گا۔ خدا تعالیٰ کے نبی عظیم الشان انسان ہوتے ہیں۔ وہ روز پیدا نہیں ہؤا کرتے۔ پس تم لوگ اس زمانہ کی قدر کر کے دین کی خدمت کرنے کی کوشش کرو۔ تاکہ خدا تعالیٰ کی اس بارش سے تمہارے گھر بھر جائیں جو دُنیا کو سیراب کرنے کے لئے اس نے نازل کی ہے اور اس نور سے بھر پور ہو جاؤ جس کے پھیلانے کا خدا تعالیٰ نے ارادہ کیا ہے۔

عورتوں کی ذمہ داری

ہماری جماعت کی عورتیں بھی، مرد بھی، بچے بھی، نوجوان بھی، ایک ذمہ داری اپنے اوپر رکھتے ہیں، لیکن اکثر دیکھا جاتا ہے کہ عورتیں کہدیتی ہیں دین کی خدمت کرنا مردوں کا فرض ہے۔ اس لئے میں نے کہا تھا کہ آج عورتیں بھی آئیں تاکہ ان کے کانوں میں یہ بات ڈالدی جائے کہ خدا تعالیٰ کے سامنے جس طرح مرد جوابدہ ہیں اسی طرح عورتیں بھی ہیں۔ اس لئے یہ خیال نہیں کرنا چاہئے کہ ساری ذمہ داری مردوں پر ہی ہے دین کے معاملہ میں مرد اور عورتیں دونوں یکساں جواب دہ ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ دین کی اشاعت میں دونوں حصہ لیں۔ اور جب تک دونوں حصہ نہ لیں۔ اس وقت تک خدا تعالیٰ کی پوری برکت ان پر نازل نہیں ہو سکتی۔ اس کی بہت اچھی مثال گاڑی کی ہے۔ جب تک دونوں گھوڑے متفق ہو کر اسے نہ کھینچیں وہ نہیں کھنچ سکتی۔ اسی طرح مرد و عورت کا حال ہے۔ مرد خواہ کتنا کمانے والا ہو اگر بیوی فضول خرچ ہو تو کچھ نہیں بن سکتا۔ اسی طرح اگر مرد سُست اور کاہل ہو تو بیوی خواہ کتنی ہوشیار ہو کچھ نہیں بنا سکتی۔ یہی حال دینی معاملات کا ہے۔ جب تک عورت اور مرد دونوں مل کر ان کو سرانجام نہ دیں وہ اچھی طرح پورے نہیں ہو سکتے۔ پس جہاں دین کی خدمت کرنا مردوں کا فرض ہے وہاں ان کی عورتوں کا بھی فرض ہے اور انہیں چاہئے کہ مقدور بھر ضرور اس فرض کو ادا کرنے کی کوشش کریں۔

بچوں کی ذمہ داری

اسی طرح بچوں کے لئے بھی ضروری ہے کہ دین کی خدمت سے غافل نہ رہیں ۔بے شک ان کے پڑھائی کے دن ہیں ۔ بلکہ کھیل کے دن ہیں اور جو لڑکا طالب علمی کے زمانہ میں کھیل چھوڑتا ہے ۔ وہ نادانی کرتا ہے بلکہ ورزش کرنا تو طالب علمی کے زمانہ کے ختم ہونے کے بعد بھی صحت کے قیام کے لئے ضروری ہے ۔مجھے یہ بیماریاں اسی وجہ سے پیدا ہوئیں کہ میں کثرت کام کی وجہ سے ورزش کا خیال نہ رکھ سکا ۔تو کھیلنا اور ورزش کرنا بھی ضروری ہے حضرت صاحب کو خواہ کتنا کام ہوتا ۔نمازیں جمع ہوتیں ۔مگر آپ سیر کے لئے ضرور جاتے ۔ بلکہ ایک دن میں دو دفعہ صبح و شام جاتے ۔میں نے آپ کی اس سنت کے خلاف کرکے بہت نقصان اُٹھایا ہے ۔ اس لئے نوجوانوں کو کہتا ہوں ۔من نہ کردم شما حذر بکنید ۔میں نے کام کی کثرت کی وجہ سے ورزش کرنا چھوڑا ۔مگر پھر ایسی حالت ہوگئی کہ کام کرنا بالکل ہی چھٹ گیا اور ایک وقت تو میری یہ حالت تھی کہ میں اکیلا باسانی اتنا کام کرسکتا تھا جتنا چار مضبوط آدمی کرسکتے ہیں ۔مگر پھر یہ حالت ہوگئی کہ میں کسی کتاب کا ایک صفحہ بھی نہ پڑھ سکتا تھا کہ چکر آنے شروع ہو جاتے اب جبکہ سیر شروع کی ہے تو گو پہلی سی طاقت نہیں ہے ۔مگر پھر بھی بڑا فرق ہے اور معلوم ہوگیا ہے کہ نیچر کے قواعد کی پابندی بھی ضروری ہے ۔ تو لڑکوں کے لئے کھیل بھی ضروری ہے ۔مگر ان کا بڑا فرض یہ ہے کہ وہ دینداری کا اعلیٰ نمونہ بن کر دکھائیں کیونکہ وہ ایسے لوگوں میں رہتے ہیں جو کفر میں ڈوبے ہوئے ہیں اگر یہ اپنا اعلیٰ نمونہ نہ دکھائیں گے تو دوسرے کہہ سکتے ہیں کہ یہ جو زندہ خدا کے ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں ان کی ایسی حالت ہے تو ہمیں خدا کو مان کر کیا فائدہ ہو سکتا ہے ۔

خلاصہ تقریر

پس میں اپنی جماعت کے تمام لوگوں کو خواہ وہ بچے ہیں یا جوان یا عورتیں نصیحت کرتا ہوں کہ اپنے نمونہ سے اور اپنی کوشش سے دین کی اشاعت میں لگ جائیں ۔چونکہ آج میرا ارادہ ہے کہ اس وقت جو گاڑی جاتی ہے اس پر جاؤں اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ پھر یہاں آنے کا موقع ملے یا نہ ملے یا اس طرح سمجھانے کا موقع ملے یا نہ ملے ، اس لئے میں نصیحت کرتا ہوں کہ جن کو کام کرنے کے لئے کوئی درجہ دیا گیا ہے دوسرے اس درجہ کے لحاظ سے انہیں دیکھیں اور وہ اپنے اندر ایسی تواضع اور انکساری پیدا کریں جیسی کہ اس درجہ کے لئے ضروری ہے ۔

مخلوق خدا سے ہمدردی کرو

اسی طرح میں عورتوں ، مردوں کو یہ نصیحت کرتا ہوں کہ وہ صدقہ اور خیرات اور دوسرے طریقوں سے غریبوں ، محتاجوں کی مدد کرنے کی کوشش کریں ۔میرے نزدیک وہ عورت یا مرد مسلمان نہیں جس کے دل میں کسی غریب کو

دیکھ کر درد نہیں ہوتا۔ اور مصیبت زدہ کو دیکھ کر دکھ نہیں محسوس ہوتا۔ جس شخص کی نظر اپنے ہی دُکھ درد تک محدود ہو۔ وہ مؤمن کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔ مسلم کے معنے خدا کی آنکھ ہیں اور خدا کی آنکھ صرف مسلمانوں کے ہی دُکھ درد کو نہیں دیکھتی بلکہ تمام مخلوق کو دیکھتی ہے۔ پھر مسلم کے معنے خدا کا ہاتھ ہیں اور خدا کا ہاتھ صرف مسلمانوں کے لئے دراز نہیں ہوتا۔ بلکہ ہر ایک انسان کے لئے دراز ہوتا ہے۔ پھر مسلم کے معنی خدا کا پاؤں ہیں اور خدا کا پاؤں صرف مسلمانوں کی طرف نہیں بڑھتا۔ بلکہ سکھ، ہندو، عیسائی سب کی طرف بڑھتا ہے۔ پس مسلمان اور مؤمن وہی کہلا سکتا ہے جسے ہر ایک انسان کے دُکھ اور مصیبت کے دُور کرنے کی فکر ہو۔ لیکن اگر کسی میں خدا تعالیٰ کی تمام مخلوق کے لئے تواضع اور ہمدردی نہیں تو اس کا اسلام ناقص ہے۔

تبلیغ کی رفتار تیز کرو

پھر میں کہتا ہوں مرد مردوں میں اور عورتیں عورتوں میں تبلیغ دین کریں وقت گزر رہا ہے۔ مگر کام جس رفتار سے ہونا چاہئے اس سے نہیں ہو رہا۔ بیشک ہماری جماعت کی ترقی ہو رہی ہے لیکن آج ہم جس طاقت اور قوت سے کام کر رہے ہیں۔ اس سے اگر زیادہ پیدا کرلیں تو کل بہت زیادہ کامیابی حاصل ہو سکتی ہے۔ پس عورتیں اور مرد پہلے اپنی درستی کریں اور پھر دوسرے لوگوں تک دین کو پہنچائیں۔

خدا کی محبت اپنے دل میں پیدا کرو

خصوصاً میں طالب علموں کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ اپنے دلوں میں خاص طور پر دین کی محبت پیدا کریں اور اپنی حالتوں کو بہت زیادہ اچھا بنائیں۔ خود خدا تعالیٰ کی محبت اپنے دلوں میں گاڑ لیں کیونکہ محبت ہی قدرت کلام اور شان و شوکت اور اثر کو پیدا کرتی ہے۔ پس طالب علم خاص طور پر خدا تعالیٰ کی محبت اپنے دلوں میں پیدا کریں۔ اور ایسی محبت پیدا کریں کہ دُنیا کی کوئی چیز اس کے مقابلہ میں نہ ٹھہر سکے۔ جب یہ حالت ہو جائیگی تو وہ دیکھیں گے کہ ان کے اندر ایسی روشنی اور ایسا نُور پیدا ہو جائیگا کہ کسی سے کوئی بات منوانے میں انہیں رکاوٹ پیش نہ آویگی اور کوئی علم ایسا نہ ہوگا جو اسلام کے بُطلان کے لئے نکلا ہو اور وہ اسے پاش پاش نہ کر دیں۔ مجھے محبت کے متعلق اپنا ایک بچپن کا رؤیا یاد ہے میری اس وقت کوئی گیارہ بارہ برس کی عمر تھی۔ میں نے دیکھا ایک سٹیچو ہے۔ جیسا کہ امرتسر میں ملکہ کا سنگ مرمر کا بنا ہؤا ہے اس کے اوپر ایک بچہ ہے جو آسمان کی طرف ہاتھ پھیلائے ہوئے ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ کسی کو بُلاتا ہے۔ اتنے میں آسمان سے کوئی چیز اتری ہے جو نہایت ہی حسین عورت ہے۔ جس کے کپڑوں کے ایسے عجیب و غریب رنگ ہیں جو میں نے کبھی نہیں دیکھے۔ اس

نے چبوترے پر اُتر کر اپنے پر پھیلا دیئے اور نہایت محبت سے بچہ کی طرف جھکی ہے ۔ وہ بچہ بھی اس کی طرف اس طرح لپکا ہے جس طرح ماں سے محبت کرانے کے لئے لپکا کرتا ہے اور اس نے اس بچہ کو ماں کی طرح ہی پیار کرنا شروع کر دیا ہے اس وقت میری زبان پر یہ الفاظ جاری ہو گئے ۔

LOVE CREATES LOVE

محبت محبت کو کھینچتی ہے اس وقت مجھے ایسا معلوم ہؤا کہ وہ بچہ عیسیٰ ہے ۔ اور وہ عورت مریم ۔ تو محبت ہی محبت کو کھینچتی ہے پس تم خدا تعالیٰ کی محبت اپنے دل میں پیدا کرلو جب ایسا کر لوگے تو تمہیں معلوم ہو گا کہ تمہارے اندر نُور کی کھڑکی کُھل گئی ہے گو پہلے چھوٹی سی ہو گی مگر جوں جوں خدا تعالیٰ کے جلال اور شان پر نظر پڑتی جائے گی وہ بھی فراخ ہوتی جائیگی جب تمہاری یہ حالت ہو جائیگی تو مداری تو فریب سے روپیہ نکالتا ہے اور دیکھنے والے حیران ہو جاتے ہیں مگر تمہارے اندر وہ ایسی کھڑکی کُھل جائیگی کہ جو علم تم سے کوئی مانگے گا تم اسی سے نکال کر دکھا دوگے اور لوگ حیران رہ جائیں گے ۔ مَیں اس امر کا تجربہ کار تمہارے سامنے کھڑا ہوں ۔ مجھے کبھی ایسا موقع پیش نہیں آیا کہ کسی نے اسلام پر کوئی نئے سے نیا اعتراض کیا ہو اور مجھے اپنے دل کی تھیلی سے اس کا جواب نہ مل گیا ہو ۔ مجھے معلوم نہیں ہوتا کہ اس میں اس اعتراض کا جواب ہے یا نہیں مگر جب مَیں اس میں ہاتھ ڈالتا ہوں تو نکل ضرور آتا ہے اور یہ خدا کی محبت اپنے دل میں پیدا کرنے کا نتیجہ ہے ۔

اس نصیحت پر جس میں مَیں نے طالب علموں کو زیادہ تر مخاطب کیا ہے ۔ مَیں آج کی تقریر ختم کرتا ہوں کہ ابھی مجھے گاڑی پر جانا ہے ۔